فہمِ قرآن کورس

معلّم
فضیلۃ الشیخ ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

سلسلہ 1 عَمَّ (پارہ 30)

سبق 9

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

تعارف

سورت کا تعارف

1 اس سورت کا نام پہلی ہی آیت ''وَالْفَجْرِ'' سے لیا گیا ہے۔ یہ سورت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے اس لیے اسے ''مکی'' سورت کہا جاتا ہے۔

2 اس سورت میں ایک رکوع، 30 آیات، 137 کلمات، اور 585 حروف ہیں۔

3 قرآنی ترتیب میں اس سورت کا نمبر 89 اور نزول نمبر 10 ہے۔

4 **ربط:** گزشتہ ''سورۃ الغاشیۃ'' میں مجرموں کا ذلت و رسوائی کی وجہ سے چہروں کا سیاہ ہونے کا ذکر تھا تو اس سورت میں چند مجرم قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ گزشتہ سورت میں عذاب سے ڈرایا گیا تھا تو اس سورت میں عذاب سے بچنے کا راستہ بتلایا گیا ہے اور وہ صالح اعمال ہیں۔ گزشتہ سورت میں تخویف اُخروی تھی تو اس سورت میں اُخروی عذاب کی تخویف کے ساتھ دنیاوی عذاب سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ اور گزشتہ سورت میں تخلیق میں غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے زجر تھی تو اس میں بُرے اخلاق کی وجہ سے زجر کی گئی ہے۔

5 **خلاصۂ سورت:** سورت کے آغاز میں فجر، دس راتوں، جفت وطاق اور گزرتی ہوئی رات کی قسم کھا کر یہ فکر دی ہے کہ جو ذات ایسا حکیمانہ نظام چلا رہی ہے، کیا وہ حساب و کتاب اور جزا و سزا کی قدرت نہیں رکھتی؟ پھر چند تاریخی قوموں کا انجام بھی بیان کر دیا جنہوں نے بغاوت کی راہ اختیار کی تھی۔ اور معاشرہ کے کمزور افراد پر ظلم و ستم کرتے رہے۔ آخرت میں حق کا انکار اور حق کا اقرار کرنے والوں کا انجام بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

آیات کا لفظی و بامحاورہ ترجمہ

اٰیاتھا ۳۰ | ۸۹ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝٥ اَلَمْ تَرَ

قسم ہے فجر کی	اور دس راتوں کی	اور جفت کی	اور طاق کی	اور رات کی	جب	وہ گزر جاتی ہے	یقیناً	اس میں	بہت بڑی قسم ہے	صاحب عقل کیلئے	کیا نہیں دیکھا آپ نے

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب وہ گزرتی ہے یقیناً اس میں عقل والوں کیلئے بڑی قسم ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ

كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ

کیسا	(سلوک) کیا	آپ کے رب نے	عاد کیساتھ	(یعنی) اِرم (کیساتھ)	جو ستونوں والے تھے	وہ جو کہ	نہیں پیدا کیا گیا	(کوئی) ان جیسا	شہروں میں	اور (قوم) ثمود (کیساتھ)	وہ جو	تراشا جنہوں نے	چٹانوں کو

تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا (وہ عاد) جو اِرم (قبیلہ کے لوگ) ستونوں والے تھے جن کی مثل شہروں میں کوئی بھی پیدا نہیں کیا گیا اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جنہوں

بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ

وادی میں	اورفرعون	میخوں والے (کیساتھ)	جنہوں نے	سرکشی کی	شہروں میں	پھرانہوں نے زیادہ کیا	ان (شہروں) میں	فساد	توبرسایا	ان پر	آپ کے رب نے

نے وادی میں چٹانوں کو تراشا اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کیا کیا) وہ لوگ جو شہروں میں حد سے بڑھ گئے تھے پس انہوں نے ان شہروں میں بہت زیادہ فساد پھیلایا تھا تو تیرے

سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي

کوڑا	عذاب کا	بے شک	آپ کا رب	البتہ گھات میں ہے	پس لیکن	انسان	جب	آزماتا ہے اس کو	اس کا رب	پھر وہ عزت دیتا ہے اس کو	اور نعمت دیتا ہے اس کو	تو وہ کہتا ہے	میرے رب نے

رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے لیکن انسان کو جب اس کا رب آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور نعمت دے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے

أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾

مجھے عزت بخشی ہے	اور لیکن	جب	وہ آزماتا ہے اس کو	پھر تنگ کرتا ہے	اس پر	اس کا رزق	تو وہ کہتا ہے	میرے رب نے	میری توہین کی ہے	ہرگز نہیں!	بلکہ	نہیں تم عزت کرتے	یتیم کی

عزت بخشی لیکن جب وہ اُسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے

وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا ﴿١٩﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ

اور نہیں تم ایک دوسرے کو رغبت دلاتے	مسکین کو کھانا کھلانے پر	اور تم کھا جاتے ہو	وراثت کا مال	خوب سمیٹ کر کھانا	اور تم محبت کرتے ہو	مال سے	بہت زیادہ محبت	ہرگز نہیں! بلکہ	جب	کوٹ کر ہموار کردی جائیگی

اور تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ہو اور تم میراث کو خوب سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو ہرگز نہیں جب زمین کوٹ کر

الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ

زمین	ریزہ ریزہ کرکے	اور آئے گا	آپ کا رب	اور فرشتے	صف بہ صف	اور لائی جائے گی	اس دن	جہنم	اس دن	انسان یاد کرے گا	اور کیونکر (مفید ہوگا)

ریزہ ریزہ کر دی جائے گی اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف بہ صف اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت)

لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾

اس کیلئے	یاد کرنا	وہ کہے گا	اے کاش	میں نے آگے بھیجا ہوتا	اپنی (اس) زندگی کیلئے	پس اس دن	نہیں عذاب دے گا	اس جیسا عذاب	کوئی بھی	اور نہ جکڑے گا	اس جیسا جکڑنا	کوئی بھی

اس کیلئے نصیحت کہاں، کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کیلئے آگے بھیجا ہوتا۔ پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں دے گا اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

اے	مطمئن روح	تو لوٹ	اپنے رب کی طرف	راضی ہونے والی پسندیدہ	پس تو داخل ہو	میرے بندوں میں	اور تو داخل ہو	میری جنت میں

اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو راضی ہے پسند کی ہوئی ہے۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ

اَلْفَجْرِ	وقتِ فجر، نمازِ فجر، طلوعِ فجر
لَيَالٍ	لیل ونہار، لیلۃ القدر
عَشْرٍ	عشرہ محرم، عشرہ مبشرہ، عاشورہ کا دِن
اَلْوَتْرِ	نمازِ وتر، دعائے وتر
قَسَمٌ	قسم اٹھانا، قسمیں کھانا
كَيْفَ	کیفیت، بہر کیف، مختلف کیفیتیں
فَعَلَ	فعل، افعال، فاعل، مفعول، فعّال
يُخْلَقْ	خلق خدا، مخلوق، خالق، تخلیق
مِثْلُهَا	مثل، مثال، مثالیں، ضرب المثل، مثالی ادارہ
اَلْبِلَادِ	بلدیہ کمیٹی، بلادِ مغرب، بلدیاتی الیکشن، بلدیات
بِالْوَادِ	وادی، وادیٔ کشمیر، وادیٔ سون، وادیٔ سوغان
طَغَوْا	طغیانی، طاغوتی طاقتیں، طاغوتی نظام، طغیان وسرکشی
فَاَكْثَرُوْا	اکثر اوقات، کثرت، کثیر العیال، کثیر تعداد میں
اَلْفَسَادَ	فساد برپا کرنا، فتنۂ وفساد، فسادی قوم، فاسد مادّے
ابْتَلٰىهُ	ابتلاء وآزمائش، مبتلا، مبتلائے غم وبلا
اَكْرَمَهٗ/اَكْرَمَنِ	کرم، اکرام، تکریم، مکرم، مکہ مکرمہ، مکارمِ اخلاق
اَهَانَنِ	اہانت، توہین، توہین عدالت، توہین رسالت، توہین آمیز

طَعَامِ	قیام وطعام، دعوتِ طعام، طعام گاہ
الْمِسْكِيْنِ	مسکین آدمی، مساکین، مسکینوں کا ساتھی
تَاْكُلُوْنَ	اکل وشرب، اکلِ حلال، ماکولات
التُّرَاثَ	وارث، وراثت، میراث، موروثی
تُحِبُّوْنَ	محبت، محب، محبوب، حبیب، حبِّ دنیا
اَلْمَلَكُ	ملک الموت، ملائکہ، حور وملائکہ
صَفًّا	صف بستہ، صف بندی، صفِ ماتم، صفیں درست کرنا
قَدَّمْتُ	تقدیم، مقدم، مقدمہ، قدم رکھنا
لِحَيَاتِيْ	حیات، حیاتی، حیاتیات، احیاءِ علوم
يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ	وثوق، اُمیدِ واثق، میثاق مدینہ، اوثق درجہ
النَّفْسُ	نفس، نفوس، نفسانفسی کا عالم، نفسانی خواہشات
الْمُطْمَئِنَّةُ	مطمئن، اطمینان بخش، طمانیت
ارْجِعِيْٓ	رجوع کرنا، راجع، رجعت پسندی، مراجع ومصادر
رَاضِيَةً	راضی، رضامندی، رضائے الٰہی، مرضی
فَادْخُلِيْ	داخل، داخلی امور، وزیرِ داخلہ، دخل اندازی کرنا
عِبٰدِيْ	عبد، عابد، معبود، عبودیت

مختصر گرائمر ولغت

يَسْرِ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''سَرْيٌ'' (گزر جانا) اصل میں ''يَسْرِی'' تھا آخر سے ''ی'' کو گرادیا گیا۔
لَمْ تَرَ	واحد مذکر حاضر، جحد معلوم، مصدر ''رُؤْيَةٌ'' (دیکھنا)
لَمْ يُخْلَقْ	واحد مذکر غائب، جحد مجہول، مصدر ''خَلْقٌ'' (پیدا کرنا)
جَابُوا	جمع مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''جَوْبٌ'' (تراشنا)
الْاَوْتَادِ	وَتَدٌ کی جمع ہے (کیل)
طَغَوْا	جمع مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''طُغْيَانٌ'' (سرکشی کرنا)
فَاَكْثَرُوْا	جمع مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''إِكْثَارٌ'' (زیادہ کرنا) شروع میں ''ف'' عاطفہ ہے۔
فَصَبَّ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''صَبٌّ'' (برسانا) شروع میں ''ف'' عاطفہ ہے۔
ابْتَلٰىهُ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''اِبْتِلَاءٌ'' (آزمانا) آخر میں ''هُ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اَكْرَمَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''اِكْرَامٌ'' (عزت کرنا) آخر میں ''هُ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
نَعَّمَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''تَنْعِيْمٌ'' (خوش حال کرنا) آخر میں ''هُ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔

فَيَقُوْلُ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''قَوْلٌ'' (کہنا) شروع میں ''ف'' جزائیہ ہے۔
اَهَانَنِ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''إِهَانٌ/إِهَانَةٌ'' (توہین کرنا) آخر میں ''ن'' وقایہ ہے۔
لَّا تُكْرِمُوْنَ	جمع مذکر حاضر، مضارع منفی معلوم، مصدر ''إِكْرَامٌ'' (عزت کرنا)
لَا تَحٰٓضُّوْنَ	جمع مذکر حاضر، مضارع منفی معلوم، مصدر ''مُحَاضَّةٌ'' (آپس میں رغبت دلانا)
تَاْكُلُوْنَ	جمع مذکر حاضر، مصدر ''أَكْلٌ'' (کھانا)
تُحِبُّوْنَ	جمع مذکر حاضر، مضارع معلوم، مصدر ''إِحْبَابٌ'' (محبت کرنا)
دُكَّتِ	واحد مؤنث غائب، ماضی مجہول، مصدر ''دَكٌّ'' (کوٹ کر برابر کردینا)
وَجِايْٓءَ	واحد مذکر غائب، ماضی مجہول، مصدر ''مَجِيْئٌ'' (آنا)
قَدَّمْتُ	واحد متکلم، ماضی معلوم، مصدر ''تَقْدِيْمٌ'' (آگے بھیجنا)
يُوْثِقُ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''إِيْثَاقٌ'' (جکڑنا)
ارْجِعِيْٓ	واحد مؤنث حاضر، امر معلوم، مصدر ''رُجُوْعٌ'' (لوٹنا)
فَادْخُلِيْ	واحد مؤنث حاضر، امر معلوم، مصدر ''دُخُوْلٌ'' (داخل ہونا) شروع میں ''ف'' عاطفہ ہے۔

تفسیر وتشریح:

سورۃ الفجر کے آغاز میں پانچ چیزوں کی قسمیں اٹھائی گئی ہیں۔قرآن مجید میں کسی چیز کی قسم کس بنا پر اٹھائی جاتی ہے؟ بعض اہل علم کے نزدیک یہ قسم تقدّس کے لیے ہوتی ہے یعنی اس چیز کی عظمت وشان کی وجہ سے قسم اٹھائی جاتی ہے جبکہ اکثر مفسرین کے نزدیک مقسم علیہ (جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے) پر بطور دلیل وشہادت کے قسم اٹھائی گئی ہوتی ہے۔ان پانچ قسموں کا جواب محذوف ہے۔یعنی

(کافروں کو قیامت کے دن ضرور اٹھایا جائے گا)۔اور بعض کے نزدیک جوابِ قسم آیت نمبر **14** اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ہے۔

اس جگہ ''الۡفَجۡرِ'' سے کون سی صبح مراد ہے، اس کی تعیین کسی واضح نص سے ثابت نہیں ہے اس لیے مفسرین کے اس کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں:

1. سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد اور سدّی رحمہم اللہ کے نزدیک اس سے ہر دن کی فجر مراد ہے۔(تفسیر الطبری 210/30 ، تفسیر البغوی 247/5)
2. امام مسروق ومحمد بن کعب رحمہم اللہ کے نزدیک 10 ذوالحجہ یعنی قربانی والی صبح مراد ہے جو دس راتوں کو ختم کرنے والی ہوتی ہے۔ (تفسیر القرطبی 39/20)
3. امام ضحاک رحمہ اللہ کے نزدیک ذوالحجہ کی پہلی فجر مراد ہے۔
4. امام قتادہ رحمہ اللہ کے نزدیک محرم کی پہلی فجر مراد ہے۔

راجح یہی ہے کہ اسے عام رکھا جائے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح رات کے اندھیرے میں تمام مخلوق اپنے گھروں اور بلوں میں گہری نیند سوئی ہوتی ہے اور فجر کی روشنی ظاہر ہونے پر تمام اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہوجاتی ہے، اسی طرح قیامت کی صبح کو تمام اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں اکٹھے ہوجائیں گے اور اپنے اپنے حساب وکتاب میں مشغول ہوجائیں گے۔

وَلَيَالٍ عَشۡرٍ ۝٢

ان دس راتوں کی تعیین میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔بہت سے مفسرین نے ان سے مراد پہلے عشرہ ذوالحجہ کی راتیں مراد لی ہیں کیونکہ اس عشرہ کی حدیث میں بھی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ أَيَّامٍ العَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ العَشْرِ

''عشرہ ذوالحجہ کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ''اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے بھی ان کی فضیلت زیادہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ

''اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال لے کر (جہاد کے لیے) نکلا اور پھر کسی چیز کے ساتھ بھی نہ پلٹا۔'' (بخاری، العیدین، حدیث:969۔ترمذی، الصوم، حدیث:757)

اگر ان دس راتوں کو عام رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ لفظ ''لَيَال'' نکرہ ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔اسی طرح اس سے ہر چاند کی راتوں پر عشرہ مراد ہوگا۔ہر عشرہ نئے انقلاب کی نشاندہی کرتا ہے۔جس طرح چاند یکم کو معمولی وجود کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ دس تاریخ تک بچپن گزار کر لڑکپن میں داخل ہوجاتا ہے، پھر اگلے عشرہ میں جوانی مکمل کرکے بڑھاپے میں پاؤں جمالیتا ہے اور آخری عشرہ میں سفر طے کرتے کرتے فنا تک جا پہنچتا ہے۔

اس طرح تمام حیوانات ونباتات کی زندگی ہے۔ہر ایک اپنا سفر طے کرکے فنا تک جا پہنچتا ہے۔دیگر حیوانات ونباتات جو فنا تک پہنچ کر حقیقی فنا ہوجاتے ہیں لیکن جن وانس فنا تک پہنچ کر اصل زندگی کی ابتداء کرتے ہیں اور وہ زندگی کبھی فنا نہ ہوگی، اسے خوشحال یا بدحال بنانے کا جن انس کو اختیار دیا گیا ہے۔

وَالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۝٣

شَفۡع سے مراد جفت ہے یعنی وہ عدد جو دو برابر حصوں میں تقسیم ہوجائے، جیسے:2،4،6وغیرہ

اور وَتۡر سے مراد طاق ہے یعنی وہ عدد جو دو برابر حصوں میں تقسیم نہ ہو، جیسے:1،3،5وغیرہ

اس جگہ شفع ووتر سے کیا مراد ہے۔اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ رحمہ اللہ اور ضحاک رحمہ اللہ اور مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک وتر سے مراد عرفہ کا دن یعنی 9 ذوالحجہ ہے اور شفع سے مراد قربانی کا دن یعنی 10 ذوالحجہ ہے۔(تفسیر الطبری ، 212/30-213)

اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے اس کو بھی عموم پر رکھا ہے، ان کے نزدیک کائنات کی کوئی بھی چیز جفت وطاق سے خارج نہیں ہے اس لیے اس سے کل کائنات مراد ہے۔

وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ ۝٤

یسر اصل میں يَسۡرِی تھا، آخر سے ''ی'' کو تخفیف اور فواصل (آیات کا اختتام ہم وزن الفاظ سے کرنا) کے لیے حذف کردیا گیا ہے، اس کا اصل معنی رات کو سفر کرنے کا ہے۔اس جگہ رات کا گزرجانا اور اختتام پذیر ہونا ہے۔مطلب یہ ہے کہ جس طرح طویل رات گزر جائے اور صبح کی روشنی نمودار ہونے والی ہو تو اس وقفہ میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی اور انسان بیدار ہوکر دن کی مصروفیات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔اسی طرح دنیا کی زندگی کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اور باقی انتہائی قلیل وقت رہ گیا ہے، بس فرشتے کی ایک پھونک سے سب اندھیرے چھٹ کر قیامت کی صبح نمودار ہونے والی ہے اور قیامت میں پیش آنے والے احوال سے نجات کی فکر وکوشش کرنی چاہیے۔اس دھوکہ میں مت رہنا کہ کب سے دنیا وجود میں آئی ہے اور نامعلوم کتنی لامتناہی صدیاں گزرنی ہیں۔

هَلۡ فِىۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىۡ حِجۡرٍ ۝٥

حِجۡر کا معنی ہوتا ہے روکنا، منع کرنا چونکہ عقل انسان کو ایسے کاموں سے روکتی ہے جو اس کی شایانِ شان نہیں ہوتے، اس لیے عقل کو ''حِجۡر'' کہا جاتا ہے۔اس آیت کریمہ میں استفہام کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، جو اپنے اندر سخت قسم کی زجر وملامت بھی رکھتا ہے اور ساتھ اتمام حجت بھی

سموئے ہوئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھا کر جس چیز کو ثابت کیا ہے اس کا واقع ہونا کس قدر یقینی ہے اور وہ ہے ہر انسان کے اعمال کا بدلہ دینا، لیکن ہٹ دھرم اور ضدی لوگ پھر بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، تو ایسے باغیوں کو آخرت کی سزا کے ساتھ دنیا میں بھی سخت مصائب سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں تین سرکش قوموں کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

سرکش قوموں کا انجام:

دنیا میں جن قوموں نے بڑی ناموری حاصل کی اور اپنی شان وشوکت اور قوت وطاقت میں باقی قوموں سے فائق تھیں اور بغاوت کرنے کی وجہ سے تباہ کر دی گئی ان میں سے تین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قوم عادِ اولیٰ کا تذکرہ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾

قوم عاد کو ارم اور عادِ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ عاد نامی آدمی کا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ (اطلس القرآن، ص: 56)

اس قوم کی نسبت باپ کی طرف کرنے سے قوم عاد اور دادا کی طرف کرنے سے قوم ارم کہلاتی تھی۔ اور قوم عاد کے دو طبقے تھے، ایک متقدمین کا جسے عاد اولیٰ کہا جاتا ہے اور دوسرا متاخرین کا جسے عادِ اُخریٰ کہا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں لفظ ارم بڑھا کر عادِ اولیٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ (سورۃ النجم، آیت: 50)

''اور اس نے پہلی عاد قوم کو ہلاک کر دیا۔''

اس قوم کی طرف سیدنا ھود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، اسی قوم کا مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان ''الربع الخالی'' کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی جن کی شان وشوکت ضرب المثل تھی اور ان کی داستانیں عرب میں زبان زد عام تھیں۔ جب انہوں نے پیغمبر کی تعلیمات کا انکار کیا اور بغاوت پر اُتر آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت طوفان کا عذاب آیا اور اس نے ان کے کھجوروں کے تنوں جیسے لمبے لمبے جسموں کو اٹھا کر زمین میں پٹخ دیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (الحاقۃ: 7)

''گویا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔''

اس قوم کو ''ذات العماد'' کہا گیا ہے۔ جس کی وضاحت مفسرین نے مختلف کی ہے۔

(1) یہ قوم بہت قد آور تھی، جس کی وجہ سے انہیں ذات العماد کہا جاتا تھا۔ (روح، التحریر)

(2) یہ قوم پہاڑوں کو تراش کر بہت اونچے اونچے محلات بناتی تھی اور سنگ تراشی کے آرٹ میں بہت ترقی کی تھی اور ضرورت سے زائد صرف فخر ونمائش کے لیے اونچے محلات اور یادگاریں تعمیر کرتے تھے۔

اس لیے ان کا دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے۔

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾

یعنی طاقت وقوت اور سنگ تراشی میں اس قدر ماہر کہ ان جیسی دوسری قوم پیدا نہیں کی گئی۔

عادِ ثانی کا تذکرہ:

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾

ثمود عرب کی قدیم ترین اقوام میں سے دوسری قوم ہے جسے عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ عاد اولی کے بعد اس قوم نے بہت شہرت حاصل کی تھی۔ ان کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا ہے اور زمانہ جاہلیت کے شعراء وخطباء کی کلام میں بھی ملتا ہے۔ اس قوم کا مسکن عرب کا شمال مغربی علاقہ تھا جسے ''الحجر'' کہا جاتا ہے۔ اور مدائن صالح ان کا صدر مقام تھا۔

ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، لیکن بدبخت قوم نے پیغمبر کی سخت مخالفت کی، معجزانہ طور پر جو اونٹنی ظاہر ہوئی تھی اُسے قتل کر دیا، حتیٰ کہ خود پیغمبر کے قتل کا پروگرام طے کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت زلزلے اور چیخ کا عذاب آیا جس کی وجہ سے تمام کے دل پھٹ گئے اور مردہ پرندے کی طرف الٹے منہ گر پڑے اور ان کے پہاڑوں کو تراش کر تعمیر کردہ عالیشان محلات آن واحد میں کھنڈرات بن گئے اور آج تک ان کے آثار درس عبرت بنے ہوئے ہیں۔ اور میلوں تک کا ویران علاقہ قوم کی نحوست وبدبختی کی ترجمانی کر رہا ہے۔

اس قوم کا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر صرف رہائشی مکان ہی نہیں بناتے تھے بلکہ بڑی بڑی حویلیاں اور محلے بنا رکھے تھے اور گمان کرتے تھے کہ کوئی طوفان، زلزلہ، بارش وغیرہ ان کو کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان محلات میں عیش وعشرت کی زندگی گزاریں گے۔

میخوں والا فرعون

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾

''فرعون'' مصر کے بادشاہ کا لقب تھا، موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے والے فرعون کا نام بعض مفسرین نے ''منفتاح'' لکھا ہے جو انتہا درجہ کا ظالم ومتکبر تھا اور اپنے مخالف کے ہاتھ پاؤں میں کیل لگا دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے اُسے ''ذُو الْأَوْتَادِ'' کہا جاتا تھا۔ بعض نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی حکومت گاڑے ہوئے کیل کی طرح مضبوط تھی یا فوجی لشکر بہت بڑا تھا جس جگہ پڑاؤ کرتے وہاں خیمے لگانے کے لیے کھونٹوں کی ایک بڑی مقدار ہوتی تھی۔ بہرحال کوئی بھی تاویل ہو، اس سے اس کی طاقت، شان وشوکت، مضبوط فوج اور مضبوط حکومت کی طرف اشارہ ہے لیکن جب اس نے حق کا انکار کیا اور اہل حق پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی فوج سمیت پانی میں غوطے دے کر بُری طرح ہلاک کیا اور اس کی لاش کو آئندہ نسلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

مذکورہ تین باغی وسرکش قوموں کے واقعات اہل بصیرت کے لیے درس عبرت ہیں کہ جن کو ایک مدت تک ڈھیل دی گئی تھی لیکن وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں ہے اور ظلم وستم کی تمام

حدود کو پھاند گئے تھے تو آخر کار اللہ کی سزا کا کوڑا برسا دیا گیا اور اس کی لاٹھی بے آواز ہے جب گرفت آتی ہے تو حفاظتی اسباب و وسائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اگر ہم قریبی تاریخ کی طرف نظر دوڑائیں تو اس طرح کے بہت سے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں جو متکبر و باغی افراد و اقوام کو عروج و زوال تک اور تخت سے تختہ تک پہنچانے والے ہیں۔

گرفت الٰہی کی تمثیل:

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾

الْمِرْصَاد کہتے ہیں کسی بلند جگہ پر چھپ کر دوسروں کی حرکات وسکنات کی نگرانی کرنا، جیسے اُردو میں گھات کہتے ہیں۔ یہ لفظ تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے یعنی جس طرح مسلح فوجی کمانڈر بلند جگہ مورچہ بندی کر کے دشمن کی ایک ایک حرکات وسکنات دیکھ رہا ہوتا ہے اور کسی وقت بھی حملہ کر کے دشمن کو تباہ کر سکتا ہے۔ خالق کائنات کے بارے میں کم از کم اتنا ذہن میں نقشہ تو ہونا چاہیے کہ وہ ہمہ وقت تمہاری ہر حرکت و قول و فعل سے واقف ہے اور تم ہر وقت اس کی گرفت میں ہو وہ جب چاہے گرفت کر سکتا ہے لیکن جاہل لوگ اپنے انجام سے غافل ہو کر دندناتے پھرتے ہیں۔

انسان کا کردار:

گزشتہ آیات میں تین بڑی سرکش قوموں کا انجام ذکر کیا گیا تھا اور ان سے عبرت حاصل کر کے اصلاح کی ترغیب دلائی گئی تھی لیکن اکثر لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ کامیابی اور ناکامی کا معیار دنیا کے جاہ و مال کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معیار نہیں ہیں وہ ان چیزوں کو دے کر بھی آزماتا ہے اور چھین کر بھی۔ کامیاب وہ ہے جو صابر و شاکر رہے اور ہر حال میں اطاعت گزار رہے۔

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾
وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿١٦﴾

اس آیت کریمہ میں ایک مادہ پرست آدمی کی سوچ و فکر کی عکاسی کی گئی ہے کہ اگر دنیا کا مال، عہدہ، علم و فن، صحت و حسن مل جائے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں بہت خوش بخت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر بہت راضی و مہربان ہیں، تبھی تو نعمتوں و فراوانیوں میں عیش کر رہا ہوں اور اپنی غلط فکر کی وجہ سے مزید جرائم میں بڑھتا جاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آ جائے، مال و متاع وغیرہ میں کمی آ جائے تو ہر مجلس میں اللہ تعالیٰ کے شکوے و شکایتیں کرتا پھرتا ہے اور اپنی قسمت کو کوستا پھرتا ہے اور ہر قسم کی کمی و کوتاہی کو اللہ تعالیٰ کے کھاتہ میں ڈالتا ہے، اور رجوع الی اللہ کی بجائے مزید نافرمانی و بغاوت کی زندگی اپنا لیتا ہے۔

جب کہ اہل ایمان انعامات ملنے پر شکر کر کے اور مصیبت آنے پر صبر کر کے کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ تو کامیابی کا معیار اخلاق و کردار اور اطاعت الٰہی ہے، نہ کہ جائز و ناجائز طریقہ سے دولت و حشمت جمع کرنے میں، بلکہ ایسی دولت کی وجہ سے چار قسم کی مذمومہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ذلت و رسوائی مقدر بن جاتی ہے، جن کا تذکرہ ذیلی سطور میں کیا جا رہا ہے۔

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾

لفظ ''كَلَّا'' سے گزشتہ دو آیات میں بیان کی گئی انسانی رویہ کی نفی مقصود ہے کہ مال و دولت کا مل جانا، اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جانے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی مال سے محروم ہونا اس کی ناراضگی کی علامت ہے، بلکہ اس کے ناراض ہونے کے اسباب میں سے یہ ہے کہ یتیم بچہ جو شفقت پدری سے محروم ہو گیا ہے، رشتہ داروں نے بھی نظریں پھیر لی ہیں اور اسباب و وسائل بھی محدود ہو کر رہ گئے ہیں تو معاشرہ کے اہل ثروت کو چاہیے تھا کہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھیں، اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اٹھا کر معاشرے کا معزز فرد بنائیں، لیکن یہاں تو الٹی گنگا بہہ نکلی کہ یتیم کو کمزور و بے سہارا سمجھ کر اس کے مکان، پلاٹ، دوکان وغیرہ پر قبضہ کر لیا گیا، انتہائی معمولی مزدوری پر ملازم رکھ لیا گیا اور طے شدہ مزدوری لینے میں بھی اسے ہزار جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اگر حکومت یا پرائیویٹ انجمن نے تعاون بھیجا تو محلہ کے چوہدری نے وہ بھی ہڑپ کر لیا.... یہ ہے وہ کمینی حرکت جس نے ذلت و رسوائی کا طوق گلے میں ڈال دیا۔

وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾

مادہ پرستی کی وجہ سے ناکام ہونے والوں کی دوسری بڑی خصلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ معاشرہ کے کمزور افراد کی بنیادی ضروریات تک کا خیال نہیں کرتے جیسے کسی مسکین و غریب کو کھانا کھلا دینا، بدن ڈھانپنے کے لیے کپڑے دینا یا علاج و معالجہ کا انتظام کر دینا، بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ محتاج ہی رہیں تا کہ ہماری دولت و عہدہ کو سلامی پیش ہوتی رہے، اگر کوئی غریب و مسکین پاؤں پر کھڑا ہونے لگے تو اس کی ٹانگیں کھینچ لیتے ہیں۔ چنانچہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا اہم ذریعہ معاشرہ کے گرتے افراد کو سہارا دینا ہے اس کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر تنظیمیں اور ویلفیئر تشکیل دینا چاہیے تا کہ ایسے لوگ بھی سکون کے ساتھ اپنے سانس پورے کر سکیں۔

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾

یہ تیسری بد خصلت ہے جس کی وجہ سے دولت و ثروت ہونے کے باوجود انسان خاندان اور معاشرہ میں بُری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ ہے قریبی رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کر کے خود سارا مال ہڑپ کر جانا۔

زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے کلی طور پر محروم کر دیا جاتا تھا۔ اُن کے ہاں باپ و دادا کی وراثت کا حقدار وہ ہوتا تھا جو لڑائی اور کنبے کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا یا ورثاء میں سے بااثر اور زور آور جائیداد پر قبضہ کر لیتا تھا۔ اور فوت شدہ کی بیوہ، بوڑھے والدین اور دیگر اولاد منہ دیکھتے رہ جاتے۔

زمانہ جاہلیت کے کچھ اثرات ہمارے معاشرے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ورثاء میں سے اثر و رسوخ والا زیادہ سے زیادہ جائیداد پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک برتن میں کھانے والے بھائیوں کی قبریں الگ ہو جاتی ہیں، کمزور افراد کو اپنا حصہ لینے کے لیے عدالتوں میں چکر لگاتے لگاتے آخر قبروں کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام نے جو نظام وراثت دیا ہے اس میں ہر وارث کو پورا پورا حصہ دیا ہے جس پر عمل کرنے سے رشتہ داروں میں اخوت و ہمدردی کی فضا برقرار رہتی ہے۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

چوتھی بُری عادت یہ بتلائی کہ دنیا کا مال اکٹھا کرنے میں اندھا ہوجاتا ہے۔یعنی وہ لوگ جن کی تمام ترکوشش دنیا کا مال جمع کرنے میں ہو۔خواہ جائز طریقہ سے حاصل ہو یا ناجائز۔دولت کے حاصل کرنے کے لیے کسی پر انتہا درجہ کا ظلم وستم کرنا پڑے، ملک وملت کو داؤ پر لگانا پڑے، دوسروں کا لاکھ نقصان ہو بس اس کی جیب گرم ہونی چاہیے۔ایسے مطلب پرست اور دنیا پرست کبھی سکون کا سانس نہیں لے سکتے بلکہ جس انداز میں کمایا ہوتا ہے اسی طرح لگا کر آخر کار خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔اور ندامت وشرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

احتساب ضرور ہوگا:

كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾

بدخصلت لوگوں کی بری خصلتوں کا ذکر کرکے اب زجروتوبیخ کی جارہی ہے کہ یہ گمان مت کرو کہ اس طرح درندگی پھیلاتے رہو گے اور تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔کائنات کا نظام کسی اندھے بہرے قانون پر نہیں چل رہا بلکہ ایک دن احتساب کا مقرر ہے جب سب فیصلے ہوجائیں گے۔

اس دن زمین کو کوٹ کر اس طرح ہموار کردیا جائے گا جیسے دھوبی کپڑے کو استری کرکے سیدھا کردیتا ہے۔نفخۂ اولیٰ کے وقت ایک ہی زلزلہ آئے گا جس سے پہاڑ اور سمندر برابر ہوجائیں گے۔پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو عدالت الٰہی لگ چکی ہوگی اور سب جن وانس جمع ہوجائیں گے۔

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

اس دن اللہ تعالیٰ تشریف لائیں گے اور فرشتے بھی صف درصف حاضر ہوں گے اور حکم الٰہی کے منتظر ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کے تشریف لانے کی کیفیت ہمارے علم میں نہیں ہے، جیسے اس کی شان کو لائق ہے وہ اسی طرح تشریف لائیں گے۔ہم اسے کسی کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دیتے اور کوئی تاویل وتحریف کرکے انکار بھی نہیں کرتے۔اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں انہیں بغیر تاویل وتشبیہ کے اسی طرح مانتے ہیں جیسے اس کی ذات کو لائق ہیں۔

جہنم کو لایا جانا:

وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۢ بِجَهَنَّمَ

قیامت کے دن جنت اور جہنم کو بھی بے نقاب کرکے پیش کردیا جائے گا۔تاکہ حساب وکتاب کے بعد ہر ایک کو اس کے انجام تک پہنچایا جائے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ (الشعراء:90-91)

"اور جنت متقی لوگوں کے قریب کردی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے سامنے کردی جائے گی۔"

قیامت کے دن جہنم کو لانے کی کیفیت رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا

"قیامت کے دن جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔" (مسلم، الجنة ونعيمها، حديث: 2842)

قیامت کے دن ندامت فائدہ نہ دے گی:

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾

قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر انسان اپنے کرتوت یاد کرے گا اور دنیا میں جو نافرمانی والے کام کیے تھے ان پر شرمندگی وندامت کا اظہار کرے گا۔اس وقت اہل حق کی ٹھیک راہنمائی یاد آئے گی اور ان کے راستے کی مخالفت کرنے پر شرمندگی ہوگی لیکن اس وقت ندامت کا فائدہ نہ ہوگا۔

Why are you crying when the spilt milk

"اب پچھتائے کیا ہوت، جب چُگ گئیں چڑیاں کھیت"

فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾

قیامت کے دن کافروں اور باغیوں کو جس طرح کا شدید اور مدید عذاب ہوگا اس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اس کا کچھ اندازہ کرسکے۔دنیا کے عذاب میں آخری درجہ میں موت ہے لیکن وہاں موت نہ ہوگی، دنیا میں آگ میں پھینکنے سے موت ہے لیکن وہاں سالہا سال جلنے کے باوجود موت نہ آئے گی کہ معاملہ تمام ہوجائے۔

نیز دنیا میں سفارش ورشوت سے یا سزا دینے والے کی نرم دلی سے بچاؤ کی گنجائش ہوتی ہے لیکن وہاں ایسی کوئی صورت نہ ہوگی۔اس لیے اس کی گرفت اور سزا کی مثل کسی نے سنی ہوگی، نہ دیکھی ہوگی۔

اہل حق کو مبارک باد:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾

جس انسان نے کسی شک وشبہ کے بغیر پورے اطمینان اور دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، نبی مکرم محمد ﷺ کو رسول اور اسلام کو دین تسلیم کرلیا اور اپنی زندگی کو تعلیمات الٰہی کے مطابق بسر کیا اور اس راستہ میں آنے والی تکالیف کو برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر اپنے آپ کو مطمئن رکھا تو جسم سے روح نکلتے وقت بھی اور میدان محشر میں بھی اس کے لیے بشارتیں سنادی جائیں گی۔

ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾

اپنے رب کے دربار میں انعامات کے لیے حاضر ہو، تو بھی آج راضی ہوگی اور تیرا مالک بھی تجھ سے راضی ہے۔کیونکہ دنیا میں تو اس کے احکام پر راضی تھی تو آج جس کے احکام کی تعمیل کی گئی وہ بھی راضی ہے۔موت کے وقت ایسی بشارت سن کر روح اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے بے تاب ہوجاتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے۔اور جو اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔" یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ

عنہا نے عرض کی کہ (اللہ سے ملنا تو موت کے ذریعے سے ممکن ہے لیکن) موت تو ہم میں سے کسی کو بھی پسند نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بات یہ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ مومن کو موت کے وقت (فرشتوں کے ذریعے سے) اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے جسے سن کر وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور کافر کو موت کے وقت اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔''

(بخاری، الرقاق، حدیث: 6507۔ مسلم، حدیث: 2684)

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

مومن آدمی کو رضا الٰہی کی خوشخبری کے بعد یہ بشارت سنائی جاتی ہے کہ میرے بندوں میں تجھے بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ زندگی بھر نیک لوگوں کے ساتھ عقیدت و محبت تھی، انہی کی مجالس کا خوگر رہا تھا اور نماز کے اندر بھی صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ کر التجائیں کرتا رہا کہ انعام یافتہ لوگوں کی طرزِ زندگی نصیب فرمانا۔ تو روح نکلتے ہی زندگی بھر کے ارمان پورے کر دیئے گئے۔

یقیناً نیک لوگوں کی مصاحبت ایک بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے۔ جس کے لیے انبیاء علیہم السلام نے بھی دعائیں کیں، سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی:

وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (سورۃ النمل : 19)

''اور اپنی رحمت کے ساتھ مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل کر دینا۔''

سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی:

وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (سورۃ یوسف : 101)

''اور مجھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دیجیے۔''

پھر بشارتوں کی انتہا اس پر کر دی ''وَادْخُلِي جَنَّتِي'' جنت کی نسبت اپنی طرف کر کے مزید اعزاز و اکرام کی طرف اشارہ کر دیا۔ جس خوش نصیب کو موت کے وقت ہی رضائے الٰہی، نیک بندوں میں شمولیت اور خاص جنت میں داخلہ کی بشارت دے دی گئی تو اس کی روح، جسم سے نکلنے کی کس قدر بے تاب ہوگی اور انعامات الٰہی کے حصول کے لیے کس رفتار سے پرواز کرے گی؟ اسی بات کو رسول مقبول ﷺ نے اس طرح فرمایا کہ مومن کی روح ایسے آرام و سرعت سے نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی۔ (مسند احمد، براء بن عازب، حدیث:18534)

مولائے کریم سے دعا گو ہوں کہ ہمارے پاس اعمال کی پونجی تو نہیں ہے لیکن اپنی رحمت سے ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ (آمین)

پرچہ فہم قرآن کورس

وقت 20 اکتوبر 2018ء تک کل نمبر: 100 پاس مارکس: 40

ملاحظہ: تمام سوالات حل کریں، تمام کے نشانات مساوی ہیں

سوال نمبر ۱۔ سورۃ الغاشیہ کا گزشتہ سورت سے ربط تحریر کریں۔

سوال نمبر ۲۔ سورۃ الفجر کی آیت نمبر 13 تا 20 کا لفظی ترجمہ لکھیں۔

سوال نمبر ۳۔ عاد اولیٰ اور عاد ثانی کا تعارف لکھتے ہوئے اُن پر آنے والے عذاب کی وضاحت کریں۔

سوال نمبر ۴۔ مادہ پرست لوگوں کی علامات تحریر کریں۔

سوال نمبر ۵۔ مندرجہ ذیل کلمات کا اردو میں استعمال لکھیں۔ كَيْفَ، الْبِلَادِ، أَهَانَنِ، التُّرَاثَ، الْمُطْمَئِنَّةُ

سوال نمبر ۶۔ مندرجہ ذیل صیغے حل کریں۔ طَغَوْا، أَوْتَادِ، لَا تُكْرِمُونَ، جِايْءَ، ارْجِعِي

سوال نمبر ۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیں۔ جَابُوا، ابْتَلَاهُ، دُكَّتْ، يُوثِقُ، نَعَّمَهُ

سوال نمبر ۸۔ مؤمن انسان کے اکرام میں بیان کردہ قرآنی بشارتیں تحریر کریں۔

سوال نمبر ۹۔ سورۃ الفجر کی آخری چار آیات کو خوشخط مع اعراب تحریر کریں۔

سوال نمبر ۱۰۔ سورۃ الفجر میں حاصل ہونے والے پانچ سبق تحریر کریں۔